حضرت میاں میر قادری فاروقیؒ

دھوپ اس قدر چمک رہی تھی کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی۔ اس ہنگام ایک جانگلی نوجوان کپڑے سے سر منہ لپیٹے پسینے سے شرابور آیا اور چھوٹے سے باغ کے درمیان بنے ہوئے ایک حجرے کے دروزاے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا' سامنے ایک نحیف و نزار' درمیانہ قد متناسب اعضا بزرگ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے بشرے سے نورانیت چھلک رہی تھی' چہرے کا رنگ گندمی' ناک اونچی' پیشانی کشادہ' ابرو ایک دوسرے سے پیوستہ اور آنکھیں معرفت الٰہیہ و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخمور و روشن تھیں۔ آپ نے نووارد کے چہرے پر نظر ڈالی تو حال منکشف ہو گیا کہ کس غرض و غایت سے آیا ہے۔ اندر لے جا کر بٹھایا' مٹکے کے ٹھنڈے پانی سے مٹی کے کٹورے کو بھر کر پینے کے لئے دیا اور پھر آنے کی وجہ دریافت کی۔

"میں نے سنا ہے آپ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مجھے اللہ سے ملادیں۔"

جانگلی نوجوان نے بغیر کسی تمہیدی کلمات کے اپنی کھری اور صاف زبان میں مدعا بیان کر دیا۔ آپ کے چہرے پر تبسم رینگ گیا۔ فرمایا۔

"تمہیں کسی سے پیار و محبت ہے۔"

نووارد سوچنے لگا، کافی غور و خوض کے بعد اس نے نفی میں سر ہلایا اور آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ نے متبسم مکرر ارشاد فرمایا کہ مزید غور کرو، وہ پھر سوچوں کے گہرے پانیوں میں غوطہ زنی کرنے لگا۔ کافی دیر کے بعد اس نے جو جواب دیا وہ پہلے سے مختلف نہ تھا۔

"اور سوچو تمہیں یقیناً کسی سے پیار ہے۔"

آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ نوجوان پھر اپنے دل کے نہاں خانوں میں اپنے محبوب کو تلاش کرنے لگا جس سے اس کو پیار تھا۔ اسے ان بزرگ کے ولی اللہ ہونے میں قطعاً شک و شبہ نہیں تھا اور اسے ان کے کہنے پر یقین تھا کہ اسے کسی سے پیار ہے لیکن وہ اسے تلاش نہیں کر پارہا تھا۔

"ہاں جی مجھے اپنی بھینس سے پیار ہے۔"

کافی غور و خوض کے بعد اس نوجوان نے جواب دیا۔

"اب تم جاؤ اور اپنی بھینس سے خوب پیار کرو اور اگلے سال آنا۔"

آپ نے فرمایا تو جانگلی نوجوان اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے سال وہ پھر حاضر خدمت ہوا اور التجا کی کہ اسے اللہ سے ملادیا جائے۔ آپ نے پھر اسے یہ کہہ کو واپس بھیج دیا کہ ابھی وہ محبت میں خام ہے، مزید اپنی بھینس سے محبت کرے۔

تیسرے سال وہ نوجوان پھر آیا اور دروازے پر دستک دی، آپ نے ارشاد فرمایا

"دروازہ کھلا ہے چلے آؤ۔" آنے والے نے جواب دیا

"میرے سینگ پھنسے ہوئے ہیں۔"

آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے دیکھا تو وہی جانگلی نوجوان اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے۔ رانجھا رانجھا بول دی میں آپے رانجھا ہوئی کے مصداق اس نے اپنی بھینس سے اس قدر محبت کی تھی کہ اسے اپنی ذات بھی بھینس ہی نظر آتی تھی۔ آپ اسے اندر لائے پیار سے بٹھایا اور ایسی نگاہ ڈالی کہ اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہو گیا اور اس پر قادر مطلق کی محبت کا رنگ چڑھ گیا۔

یہ بزرگ ہستی حضرت میاں میر قادری فاروقی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جن کا غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا اسم گرامی بے وضو نہیں لیا کرتے تھے اور عشق رسول اللہ علیہ وسلم کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ساری عمر ایسا کوئی کام نہ کیا جس میں مختار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع نہ پائی جاتی ہو۔ ہر لحظہ یادالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ کم گوئی آپ کا خاصا تھا۔ اگر مریدین کے ہمراہ کہیں تشریف لے جارہے ہوتے تو انہیں علیحدہ علیحدہ چلنے کے لئے فرماتے تاکہ باتیں کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر کریں۔

آپ ۹۳۸ ہجری میں بمقام سیوستان (سہون شریف ضلع دادو صوبہ سندھ) تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں دتہ تھا جن کا شجرہ نسب اٹھائیسویں پشت میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ وہ بھی صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا اکثر وقت زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ ابھی آپ بارہ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کی ولیہ والدہ نے آپ کی روحانی تربیت شروع کر دی جس سے آپ پر عالم ملکوت کے اسرار و بھید منکشف ہونے لگے۔ آپ کو دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ایک ہی لگن تھی کہ قرب الٰہی نصیب ہو۔

آپ اپنی والدہ سے جو وقت کی رابعہ بصری تھی اجازت لے کر سندھ اور کوہستان کے علاقوں کی طرف نکل جاتے تاکہ سیر فی الارض کے ہمراہ مجاہدہ و ریاضت بھی کی جائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

آپ کا نام قاضی میر محمد لقب میاں میر یا شاہ میر تھا۔ بعض لوگ آپ کو میاں جھنو بھی کہتے تھے۔ ایک دن آپ قدیم سیوستان اور موجود سیہون شریف کی پہاڑیوں میں گھوم رہے تھے کہ نظر ایک تنور پر پڑی جو گرم تھا' چاروں طرف نگاہ دوڑائی لیکن کوئی متنفس نظر نہیں آیا' حیران تھے کہ یہ کیا ماجرہ ہے' دل گواہی دیتا تھا کہ یہاں ضرور کوئی اللہ والا ہو گا جس نے اس ویرانے میں تنور گرم کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہر لحہ اس بزرگ کی زیارت کا جذبہ فزوں تر ہوتا گیا چنانچہ وہاں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔

تنور کے قریب بیٹھے تین دن گزر گئے۔ بھوک اور پیاس نے اپنا رنگ جما رکھا تھا۔ شیطان لعین جو انسان کا ازلی و ابدی دشمن ہے وسوسہ ڈالتا تھا کہ میر محمد کس چکر میں پڑے ہو۔ یہاں کوئی بزرگ نہیں۔ کیوں ناحق بھوک پیاس سے ہلکان ہوتے ہو۔ لیکن دل اس کی تردید کرتا تھا اور شیطان سے مخاطب ہو کر کہتا تھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ میں تیرے بہکاوے میں نہیں آؤں گا اور لاحول پڑھتے۔ اتنے میں ایک نوارنی چہرہ بزرگ نمودار ہوئے آپ نے اٹھ کر سلام عرض کیا تو اس بزرگ نے آپ کا نام لے کر سلام کا جواب دیا۔ آپ باادب کھڑے تھے۔ پوچھا کب آئے تو عرض کی تین دن سے چشم براہ ہوں۔ یہ بزرگ حضرت سیوستانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آپ قادری سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے اور فقر و استغناء کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ غوث دوراں تھے۔ میر محمد کو آپ نے شرف بیعت سے نوازا اور اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔ چند ہی دنوں میں اسرار و معرفت الہیہ نمودار ہونے لگے۔ بے شمار حجابات نظروں کے سامنے سے ہٹ گئے۔ تلقین شدہ ذکر الہی کی برکت سے آپ کو بلند درجات و مقامات حاصل

ہوئے۔

سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد مرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب تم جہاں چاہے جاؤ اور خلق اللہ کو اپنے فیض سے نوازو۔ چنانچہ آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی۔

لاہور میں ورود مسعود کے بعد آپ نے مولانا سعداللہ اور مولانا نعمت اللہ جیسے جید و شہیر علماء سے مختلف علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ کو محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ آپ ان کا نام بغیر وضو لینا محبت کے منافی خیال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سرہند شریف کے قیام کے دوران مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ رات کو آپ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ عیادت کے لیے تشریف لائے ہیں، آپ نے اپنا حال عرض کیا تو آپ نے حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پانی پینے کے لئے دیا۔ جب آپ عالم استغراق سے باہر آئے تو تندرست تھے۔

آپ اکثر عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ محبوب الٰہی کو راضی کرنے کے لئے بڑی کٹھن اور دشوار منازل طے کرنی پڑتی ہیں۔ اکثر اوقات آپ دوسروں کے ہمراہ آبادی سے دور جنگل و بیابان میں چلے جاتے اور سب لوگ مختلف درختوں اور پوشیدہ جگہوں پر مصروف عبادت ہو جاتے تھے۔ لیکن جب صلوٰۃ کا وقت ہوتا تو تمام احباب و ساتھی اکٹھے ہو کر باجماعت بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو جاتے اور نماز سے فراغت کے بعد پھر واپس اپنی اپنی جگہوں پر جا کر ریاضت میں مصروف ہو جاتے تھے، اگر کبھی باہر تشریف نہ لے جاتے تو حجرہ کا دروازہ بند کر کے فکر و اذکار میں مشغول رہتے اور یہ سلسلہ دم واپسیں تک جاری و ساری رہا۔

آپ مختلف اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ کاکو چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا مرقد سکھوں نے انگریزوں کے دور حکومت میں منہدم کر دیا تھا اور نشان تک باقی نہ چھوڑا تھا۔ آپ اس جگہ تشریف لے گئے اور دعا و فاتحہ پڑھی اور فرمایا یہاں سے اللہ تعالیٰ کے ولی و عارف کی خوشبو آتی ہے۔

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر بات کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ اس کا عملی ثبوت آپ کی زندگی تھی کہ تاحیات کوئی ایسا کام نہیں کیا جو نور مجسم رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا مظہر نہ ہو۔ آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے چھڑی دی آپ اس کا سہارا لے کر چند قدم چلے تو پھینک دی اور فرمایا۔

"یار کیا کہے گا کہ مجھ پر توکل چھوڑ کر چھڑی کا سہارا لے لیا ہے۔"

اگر کوئی اشرفیاں پیش کرتا تو قبول نہ فرماتے اور کہتے کہ تم نے مجھے فقیر سمجھ رکھا ہے۔ جو لوگ اللہ کے ہو جاتے ہیں وہ فقیر نہیں غنی ہوتے ہیں اور مال لانے والے کو فرماتے کہ اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دو۔

آپ قلیل الکلام قلیل الطعام اور قلیل المنام تھے۔ کم بولنے کے لئے اپنے مریدین و احباب کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ بازاروں اور گزرگاہوں میں دو اکٹھے ہو کر نہ چلو اس طرح تم دنیا کی باتوں میں الجھ جاؤ گے، اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاؤ گے اور یہی سب سے بڑا نقصان و خسران ہے۔ کم خوری کا یہ حال تھا کہ ہفتہ عشرہ یا اس سے زائد مدت کے لئے بھوکے رہتے تو کسی پر ظاہر تک نہ کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ تیس سال تک میرے گھر میں کوئی چیز پکائی نہیں گئی۔

بزرگان دین کے قرب و معیت سے ہی انسان کے اندر سے منفی صفات جانے اور مثبت صفات پیدا ہونے لگتی ہیں اور اگر کسی کے اندر یہ تغیر ظہور پذیر نہیں ہوتا تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کے اندر خلوص کی کمی ہے۔ اسی لئے آپ دل کی صفائی اور پاکیزگی باطن پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے وعظ و نصیحت بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک انسان لوٹ کھسوٹ اور برے اعمال سے توبتہ النصوح نہ کرے اسے معرفت الہیہ سے حصہ نہیں ملتا۔

ایک بار کسی شخص نے ناپاکی کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے سر کا صرف ایک بال پلید ہو اور باقی سارا جسم اچھی طرح دھو ڈھالے تو بھی وہ پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح دنیا کی محبت سے باطنی ناپاکی برقرار رہتی ہے خواہ وہ کچھ بھی کرتا رہے۔

لاہور میں ساٹھ سال قیام کے بعد آپ اسہال کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ پانچ دن یہی حالت رہی، وصال سے تھوڑی دیر قبل آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فوراً چارپائی سے اٹھ کر باادب کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگے اور پھر ۷ ربیع الاول بروز منگل وار ۱۰۴۵ ہجری کو اللہ کا یہ ولی اپنے خالق حقیقی کے پاس چلا گیا۔ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو میں آگرہ میں تھا۔ اس وقت کچھ رات باقی تھی، خواب میں دیکھا کہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ فرماتے ہیں کہ تم ہماری نماز جنازہ ادا کرو۔ میں عالم سکتہ میں آ گیا۔ چند روز کے بعد اطلاع آگئی کہ عین اسی لمحے آپ عالم بقا کی طرف سدھار گئے تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی لمحہ اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دینا چاہئے۔ اس سے انسان باطنی طور پر ناپاک ہو جاتا ہے۔